امت مسلمہ کے حالات عصری تقاضے اور دعوت فکر

افکار

شمارہ نمبر 6

موضوعات:

(۱) اسلام اور اشتراکیت
(۲) سوشل میڈیا اور بہتے نوجوان
(۳) ماضی اور حال کے قائدین
(۴) اسلام میں پڑوسی کے حقوق
(۵) نکاح: وقت کی اہم ضرورت
(۶) مسلم جانی ومالی تحفظ کے لیے ضروری اقدامات
(۷) بھارتی مسلمانوں کے سیاسی حالات
(۸) محرم الحرام کی مروجہ بدعات وخرافات
(۹) فطرت کیا ہے؟
(۱۰) بدمذہب مولوی اور ہماری عوام

ناشر: تحریک نظام مصطفی ﷺ

امت مسلمہ کے حالات عصری تقاضے اور دعوت فکر

افکار

شمارہ نمبر 6

موضوعات:

(۱) اسلام اور اشتراکیت
(۲) سوشل میڈیا اور بہتے نوجوان
(۳) ماضی اور حال کے قائدین
(۴) اسلام میں پڑوسی کے حقوق
(۵) نکاح: وقت کی اہم ضرورت
(٦) مسلم جانی ومالی تحفظ کے لیے ضروری اقدامات
(۷) بھارتی مسلمانوں کے سیاسی حالات
(۸) محرم الحرام کی مروجہ بدعات وخرافات
(۹) فطرت کیا ہے؟
(۱۰) بدمذہب مولوی اور ہماری عوام

ناشر: تحریک نظام مصطفی ﷺ

Book name: Afkar Part 6 (Magazine)

Language: Urdu

Author: Ulma e Ahle Sunnat

Cheif Editor: Muhammad Hassaan Raza Rayeeni

Hijri Date: 23 Zill Hijj 1442 H

English Date: 03 August 2021(Tuesday)

Publisher: Tehreek Nizam e Mustafa (India) or TNM Official

Any Query, contact us: 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit: https://tnmofficial786.blogspot.com/?m=1

Also follow us on: Facebook | Instagram Youtube | Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

افکار اعلی حضرت کے مشن کی ایک خوبصورت سی کڑی ہے

از:مولاناشہزاد حسین برکاتی صاحب قبلہ
دار الافتاء حزب الاحناف، دہرہ دون اترا کھنڈ

تدبیر کے دست زریں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
قدرت بھی مدد فرماتی ہے جب کوشش انساں ہوتی ہے

الحمد اللہ تحریک نظام مصطفی ﷺ کی جانب سے شائع ہونے والی افکار میگزین کا پہلا دوسرا تیسرا اور چوتھا شمارہ نظر سے گزرا، بے حد خوشی ہوئی افکار علمائے اہل سنت کی پاکیزہ تحریروں سے مزین ہے بلاشبہ یہ اعلی حضرت کے مشن کی ایک خوبصورت سی کڑی ہے ان کے حسین خوابوں کی بہت ہی پیاری تعبیر ہے۔

قوم مسلم جو دھیرے دھیرے اپنے اسباق بھولتی چلی جارہی ہے افکار انہیں یاد کروانے کے لیے تنہا کافی ہے۔

اس میگزین نے زندگی کے ہر شعبے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریکیوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی اس میں قرآن کی تعلیم بھی ہے اور حدیثوں کی روشنی بھی اس میں رہزنوں کے لیے رہبری کا سبق ہے اس میں بزدلوں کے لیے بہادری کا درس، افکار جہیز کے لالچی لوگوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔

قوم مسلم اور علم کے درمیان بڑھتی ہوئی دوری کے خاتمے کا ذریعہ ہے عصری تقاضوں پر گہری نظر رکھنے والی یہ میگزین سوئے ہوئے لوگوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہے۔

ہم صفیروں سے گزارش ہے کہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لئے بدترین حالات کو بہترین بنانے کے لئے افکار کا مطالعہ کرتے رہیں۔

اللهم اني أسألك العفو و العافية في الدين و الدنيا و الآخرة
لي و لجميع المؤمنين والمؤمنات و المسلمين و المسلمات

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں ،اقتدار ان کا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جارہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں ؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جارہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں درگزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا شعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھویا ہوا وقار واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا راعینی

Contents

اسلام اور اشتراکیت

از: غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ رحمہ

کوئی ذی شعور انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کا اقتصادی اور معاشی نظام دولت کے جائز حصول اور اس کی صحیح تقسیم پر موقوف ہے۔ موقوف علیہ کا فقدان موقوف کے بطلان کا موجب ہوتا ہے۔

اس دور پر آشوب میں اقتصادی اور معاشی نظام کی خرابیوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ نہ دولت کا حصول جائز طریقہ سے ہو رہا ہے نہ اس کی تقسیم صحیح طور پر کی جارہی ہے، افراط و تفریط کا بازار گرم ہے کہیں سرمایہ پرستی اور جاگیرداری کا تسلط ہے کہیں اشتراکیت اور کمیونزم کا دور دورہ۔

جب یورپ کی چالاک و عیار بلکہ ظالم و سفاک سرمایہ پرست قوموں نے دولت کو امیروں میں محدود کر دیا اور دنیا کے کمزور انسانوں کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر ظالمانہ قوت کے ساتھ ان کی آواز کو دبا دیا ان کے احساسات و جذبات کو کچل دیا اور کھٹملوں کی طرح ان کا خون چوس کر ان کی دولت بٹوری تو ان مظلوموں کے دل میں ٹھیس لگی۔ ان کے جلے ہوئے دل اور سوکھے ہوئے حلق سے آہ نکلی مگر غربت و مظلومیت کے مارے ہوئے انسانوں کی آواز میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ سرمایہ پرستی کے بنائے ہوئے جیل خانے کی مضبوط آہنی دیواروں سے باہر جاسکتی۔ وہ اٹھی اور اٹھتے ہوئے کمر شکستہ مزدور کی طرح گر پڑی اور سرمایہ پرستی کے بھیڑیئے ان مظلوم بھیڑوں کے حق سے بدستور اپنا منہ رنگتے رہے۔

جب مظلوم غریب کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس نے کمیونزم کا عذاب نازل کر دیا جو کہ سانپوں کے پھن کچلتا ہوا اور ناجائز جاگیرداری کے بھیڑیوں کے بڑے بڑے پیٹوں کو پھاڑتا ہوا آندھی کی طرح چلا آرہا ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ غریبوں کا خون پینے والے اس ظالم و سفاک گروہ کا ایک ایک فرد اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ خوب یاد رکھئے کمیونزم عذابِ الٰہی ہے اور عذاب ارتکاب جرائم کا ہی نتیجہ ہے۔

سرمایہ پرستی اور جاگیرداری کا ناجائز نظام:

جس چیز کی بنیاد ہی غلط ہو گی اس کا انجام کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا سرمایہ پرستی کی بنیاد دولت کا ناجائز حصول ہے۔ جب حصول دولت ہی غلط ہے تو اس کی تقسیم کیونکر صحیح ہو سکتی ہے جو قوم سرمایہ پرستی کے ذریعہ کمیونزم کی روک تھام کرنا چاہتی ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ کمیونزم کا مرض سرمایہ پرستی سے پیدا ہوا ہے۔

سرمایہ پرستوں نے جب ناجائز اور ظالمانہ طریقوں سے عوام غرباء کا خون چوسا اور مزدوروں کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے اپنی تجوریاں بھری، غریب مزدور کو اپنا خون اور پسینا ایک کر دینے کے باوجود بھی تن کے لئے کپڑا اور پیٹ کے لیے ٹکڑا نصیب نہ ہوا ان کے بچے سوکھی روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترستے رہے۔ فاقوں نے انہیں مردہ بنادیا اور اس کو محنت و مزدوری کا صلہ اس حالت میں ملتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے تو دوا نہیں، مر جائے تو کفن نہیں، اور مرنے کے بعد اس کے اہل و عیال بھیک مانگ مانگ کر گزارا کریں۔ بچوں کی تعلیم کا انتظام نہیں، اور ان بے رحم سرمایہ پرستوں اور جاگیر داروں کو بھی یہ خیال نہ آیا کہ جن مزدوروں، مزارعوں اور ملازموں کی قوتِ بازو کے ذریعے سے کمائی ہوئی دولت سے ہمارے خزانے بھرپور ہیں جن کی تکلیفیں ہمارے عیش و آرام کا موجب ہیں جن کے کمزور جسم ہمارے بے پناہ موٹاپے کا سبب ہیں جن کا خون پی کر ہم اس قدر موٹے ہو گئے ہیں کہ زمین ہمارے بوجھ سے پناہ مانگتی ہے۔

ان غریبوں کو بھی ان کی حاصل کردہ دولت میں سے زیادہ نہیں تو اتنا ہی دے دیں جس سے ان کے تن، پیٹ کا گزارہ ہو جائے اور ان کے فاقوں کے مارے ہوئے بچوں کی قوت لایموت ہو سکے۔

اس سنگ دل طبقے نے یہ جانتے ہوئے کہ ہماری دولت وعزت، راحت و فرحت سب کچھ ان غریبوں کا صدقہ ہے، کبھی ان کے حال پر رحم نہ کیا بلکہ ہمیشہ ان کو پامال کرنے اور کچلنے کی کوشش کی اور ان کی کمائی ہوئی دولت پر سرمایہ کار سانپ بنے بیٹھے رہے تو اس کا نتیجہ اور ردعمل لازمی طور پر یہی ہو سکتا تھا کہ مظلوم اور غریب مزدور کے دل میں اس خونخوار طبقہ کے خلاف ایک خوفناک جذبہ انتقام پیدا ہو اور وہ سرمایہ پرستی کے خلاف ایک زبردست محاذ جنگ قائم کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس جذبہ انتقام نے مظلوم اور غریب مزدور کے دل و دماغ کو اس درجہ متاثر اور ماؤف کر دیا کہ وہ بے چارہ عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر جادۂ اعتدال سے دور جا پڑا اور جوش انتقام میں ایسا مغلوب الغضب ہوا کہ دوست دشمن کی تمیز کئے بغیر اس نے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیا۔

ملکیت اور سرمایہ کاری کا تصور اس کے لئے ہوا بن گیا اور ناجائز جاگیر داری اور سرمایہ پرستی کی عداوت نے اسے جائز ملکیت اور جاگیر داری کی مخالفت پر بھی مجبور کر دیا اور وہ اپنے جذبات کی رو میں ایسا بہا کہ اس نے اسلام کے خوب صورت اور حسین اقتصادی و معاشرتی نظام کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ اسلامی نظام کے حسین چہرے کے نورانی خد و خال اس کی نگاہوں سے او جھل ہو گئے اور وہ راہ صواب سے بھٹک گیا اور اس نے اپنی آنکھوں پر عناد کی پٹی باندھ کر تعلیماتِ ربانی اور وحی آسمانی کے خلاف ایک نئی تحریک کی بنیاد رکھ دی جس کا نام اشتراکیت ہے اب آپ ہی بتائیں کہ جو اشتراکیت سرمایہ داری سے پیدا ہوئی ہے وہ سرمایہ پرستی کو فروغ دینے سے کیونکر رک سکتی ہے

اشتراکیت کیا ہے؟:

اشتراکیت اس تحریک کا نام ہے جو شخصی اور انفرادی ملکیت کو مٹا کر حصول دولت کے تمام اسباب و ذرائع اور لوگوں کی اجتماعی جدوجہد سے حاصل شدہ دولت کی تقسیم کو حکومت کے حوالے کر دینا چاہتی ہے تا کہ مجموعی دولت تمام افراد پر عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم ہو سکے

اشتراکیت معاشی اونچ نیچ اور طبقاتی امتیازات، امیر و غریب کے تفاوت کی سخت دشمن ہے وہ ایک ایسی جماعت کو بر سر اقتدار لانے کی حامی ہے جس میں طبقوں کا کوئی وجود نہ ہو اس لیے کہ اشتراکی نظریہ کے مطابق طبقاتی امتیاز دنیا میں ظلم اور خونریزی کا سنگ بنیاد ہے

جہاں تک اصل مقصد کا تعلق ہے قریب قریب تمام اشتراکی متفق ہیں لیکن حصول مقصد کے طریق کار میں انکے مابین شدید اختلاف پائے جاتے ہیں بعض اشتراکیوں کی رائے ہے کہ آہستہ آہستہ اصلاح کیجائے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ موجودہ جمہوری حکوتوں کو بر قرار رکھتے ہوئے اشتراکیت کے حامیوں کو ان پر قبضہ کر لینا چاہئے اور اپنے اقتدار کو کام میں لا کر تدریجی طور پر اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ شخصی ملکیت محدود ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جائے تا کہ مجموعی دولت افراد ملک پر مساویانہ طریقہ سے تقسیم ہو سکے۔

جب تک طبقاتی امتیاز اور معاشی تفاوت باقی رہے اس وقت تک حکومت کا بر قرار رہنا بھی ضروری ہے اور جب تک اشتراکیت کا پورا پورا تسلط ہو جائے اور امتیاز و تفاوت مذکور کا نام و نشان باقی نہ رہے تو پھر حکومت کی

بھی ضرورت نہیں بلکہ ایسی صورت میں نظام حکومت خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس نظریہ کو ارتقائی اشتراکیت کہا جاتا ہے۔

اس کے مقابلے میں بعض اشتراکیوں کی رائے یہ ہے کہ موجودہ جمہوری طریقوں میں سے کسی حکومت کو برقرار رکھنا حصول مقصد کے لئے نہایت مضر بلکہ اصل مقصد کے منافی ہے۔ اس لئے تمام موجودہ جمہوری نظاموں کو مٹانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اشتراکیت کا غلبہ و تسلط کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کا نام انقلابی اشتراکیت یا کمیونزم ہے۔

کمیونزم کے حامی کمیونسٹ کہلاتے ہیں کمیونسٹ حصول مقصد میں تدریج یا آہستگی کے قائل نہیں۔ یہ لوگ جمہوری نظام کے بیخ و بن اکھاڑ کر اس کا نام و نشان تک مٹا دینا چاہتے ہیں۔ سرمایہ پرستی اور اشتراکیت دونوں کا منتہائے نظر اصولی طور پر مادی و جسمانی خوشحالی اور لذت پرستی کے سوا کچھ اور نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سرمایہ پرستوں کا طبقہ ایک مخصوص گروہ کے عیش و آرام کا متمنی ہے اور اشتراکی جماعت طبقاتی پابندیوں سے بالاتر ہو کر بلا امتیاز ہر فرد کے لئے راحت وآرام حاصل کرنے کی مدعی ہے۔ اسی وجہ سے امیروں اور جاگیرداروں کے ماسوا تمام لوگ سرمایہ پرستی کے نظام کو انتہائی نفرت سے دیکھتے ہیں (اور عام طور پر اشتراکی نظام کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے)

اشتراکی نظام کی مقبولیت عامہ سے متاثر ہو کر بعض کم فہم اور ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے بھی اشتراکیت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے اسلام کو اشتراکیت کے سانچے میں ڈھالنے کی ناپاک کوشش کی۔

انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر صرف کر دیا کہ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں شخصی و انفرادی ملکیت کو ناجائز ثابت کیا جائے اور اسی طرح اسلام اشتراکیت میں تبدیل ہو کر رہ جائے۔ حالانکہ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اسلام اور اشتراکیت کا اتحاد کسی نقطہ پر نہیں ہو سکتا اشتراکیت کا سنگ بنیاد مادہ پرستی اور شکم پروری ہے۔ اشتراکیوں کا دعوی ہے کہ دنیا میں جس قدر ادیان و ملل اور مذاہب پائے جاتے ہیں وہ معاشی نظام کی خرابی اور طبقہ واریت کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

اشتراکیت کا منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا میں کوئی بھوکا نہ رہے اور تمام لوگوں کی جسمانی ضرورتیں برابری کے ساتھ پوری ہوتی رہیں اور اس راہ میں جتنی رکاوٹیں ہیں ان سب کو ختم کر دیا جائے ۔اشتراکیت کی نظر میں سب سے بڑی رکاوٹ مذہب اور طبقہ واریت ہے۔یہی وجہ ہے کہ طریقہ نکاح وازدواج بھی اشتراکی نقطہ نگاہ کے بالکل خلاف ہے۔ اشتراکیوں کے نزدیک انسانی ضرورت کی ہر چیز تمام انسانوں میں برابر مشترک ہے۔اسلئے وہ تمام دنیا کی عورتوں کو تمام دنیا کے مردوں کے لئے مشترک سمجھتے ہیں۔جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اشتراکیت کی نظر میں اس عالم مادیات کے علاوہ کچھ نہیں اور مقدس اسلام کا بنیادی نقطہ اس عالم رنگ وبو سے بہت دور ایمان بالغیب ہے تو پھر اشتراکیت کو اسلام کے ساتھ کس طرح مخلوط کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں کی صلح کیونکر ہوسکتی ہے؟

اشتراکیت کے بنیادی اصول پر تنقید:

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ اشتراکیت کا بنیادی اصول طبقاتی امتیاز کو مٹانا ہے لیکن عقل سلیم کی روشنی میں یہ اصول قانون فطرت کے خلاف اور ناممکن الحصول ہے۔

ہم نے مانا کہ اشتراکی دنیا میں مال و دولت کے لحاظ سے تمام انسانوں کو برابر کر دیں گے لیکن طبعی اور فطری امتیازات تو وہ کسی طرح نہیں اٹھا سکتے مثلا ایک شخص عالم ہے دوسرا جاہل، ایک عقل مند ہے دوسرا بے وقوف، ایک پاکیزہ اخلاق سے متصف ہے تو دوسرا بد خلق۔

اسی طرح فنی کارکردگی کے لحاظ سے انسانوں میں نمایاں طور پر امتیاز و تفاوت پایا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس انسانوں کے محرکات طبعی بداہۃ مختلف ہیں۔

ایسی صورت میں کیا یہ امر یقینی نہیں کہ جو لوگ ایک قسم کی صفات کے حامل ہوں وہ تقاضائے فطرت رفتہ رفتہ ایک طبقہ کی صورت اختیار کر لیں اور اسی طرح طبقاتی امتیازات قائم ہو جائیں۔اس لئے اشتراکی اصول کے غلط ہونے میں ادنی تردد باقی نہیں رہتا، حیات انسانی کا مقصد شکم پروری قرار دینا انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل کر دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

اشتراکیت کے مقابلے میں اسلامی نظریہ:

اب آیئے اس کے بالمقابل مقدس اسلام کے نظریہ کو ملاحظہ فرمایئے جو فطرت انسانی کے عین مطابق اور عقل سلیم کے نزدیک ہر اعتبار سے قابل تسلیم ہے اسلام نے طبقاتی امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے اصول تعلیم فرمائے جن کی بنیاد پر کوئی طبقہ حد اعتدال سے آگے نہ بڑھ سکے اور کسی قسم کا ناخوشگوار تصادم پیدا نہ ہونے پائے جو امن عامہ میں خلل انداز ہو۔ ارشاد فرمایا

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (نحل: ۷۱)

اللہ تعالی نے تمہارے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت دی۔

یہ ایک طبقاتی امتیاز ہے اس کے لئے ایک قانون مقرر فرمایا کہ

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (بقرۃ :)

تم اپنے مال کو آپس میں باطل کے ساتھ نہ کھاؤ۔

اسلام میں شخصی ملکیت:

مقدس اسلام نے انسانی عظمت و اہلیت کے ماتحت شخصی ملکیت کو برقرار رکھا کیونکہ اس کے بغیر کوئی شخص دولت کے لئے اپنے قوائے فکریہ اور عملیہ سے آزادی کے ساتھ پوری طرح کام نہیں لے سکتا۔

ایسی صورت میں انسان کی علمی اور عملی قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور اشرف المخلوقات کا علم و عمل کی قوتوں سے بالکل خالی ہو جانا حکمت تخلیق کے منفی تھا۔ اس لئے اسلام نے شخصی ملکیت کے قوانین مقرر فرما دیئے اور صنعت و حرفت، تجارت و زراعت وغیرہ کے لئے ایسے مکمل قوانین تعلیم فرمائے جس طرح حصول دولت کے لیے تعلیم فرمائے تھے۔ اہل دولت کو مال خرچ کرنے میں ان قوانین کا پوری طرح پابند کر دیا کیونکہ مالداروں کی مطلق العنانی اقتصادی اور معاشرتی نظام کی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

رزق کی کمی بیشی کی بنا پر طبقاتی امتیاز اور ذاتی ملکیت جن آیات سے ثابت ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں

(۱) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ. (نحل : ۷۱)

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں

۲) وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ. (النساء :)

اور ہوس مت کرو جس میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر

(۳) انظُرۡ کَیۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٍ ۚ وَلَلۡاٰخِرَةُ اَكۡبَرُ دَرَجَاتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيلًا (بنی اسرائیل : ۱)

دیکھو تو سہی ہم نے دنیا میں بعض کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجات کہیں بڑھ کر ہیں اور اس طرح ان کی برتری بھی کہیں بڑھ کر ہے۔

الله يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر. (رعد : ۲۶)

اللہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

(۵) يبسط الرزق لمن يشاء و يقدر إنه بكل شيء عليم (شوری : ۱۲)

(اللہ تعالیٰ) جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے نپی تلی کر دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(۲) قل إن ربي يبسط الرزق لمن يشاء من عباده و يقدر له. (سبأ: ۳۹)

(اے حبیب ﷺ) فرما دیجئے میرا پروردگار اپنے بندوں میں جس کو روزی دینا چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نپی تلی کر دیتا ہے۔

روزی کی کمی بیشی کے لحاظ سے طبقاتی امتیاز اور انفرادی ملکیت بالکل واضح ہے کیونکہ قومی ملکیت اور اشتراک کی صورت میں کمی بیشی متصور نہیں ان کے علاوہ آیات میراث بھی طبقاتی تفاوت اور شخصی ملکیت پر روشن دلیلیں ہیں کیونکہ اشتراکیت اور قومی ملکیت میں میراث کا تصور بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اب وہ آیات ملاحظہ فرمائیں جن سے انفرادی ملکیت ثابت ہونے کے علاوہ ان اصول و قوانین پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے جن کی پابندی سے وہ تمام خرابیاں کلیۃ دور ہو سکتی ہیں جن کا شخصی ملکیت اور طبقاتی امتیاز کی وجہ سے پیدا ہونا ممکن ہے

ارشاد ہوتا ہے:

() وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ (بقرۃ:)
اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔

اگر صاحب دولت اپنے والدین، رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں کے حق میں اس قانون الٰہی پر عمل کرے اور ان کے ساتھ احسان وصلہ رحمی کرتا رہے تو طبقاتی کشمکش اور معاشی نظام میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہونے پائے۔

(۸) یایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل أن یأتي یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة والکفرون هم الظلمون. (بقرۃ: ۲۵۴)
اے ایمان والو ہمارے دیئے ہوئے رزق میں (نیک راہ میں) خرچ کرو مگر اس دن سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی نہ سفارش اور جو لوگ راہ خدا میں خرچ نہ کریں ناشکری کرتے ہیں وہی ظالم ہیں

() لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شيء فإن الله به علیم. (آل عمران: ۹۲)
لوگو! جب راہ خدا میں ان چیزوں میں سے خرچ نہ کروگے جو تمہیں پیاری ہیں نیکی کے درجہ کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

۱۰) والذین في أموالهم حق معلوم للسائل والمحروم (معارج: ۲۴)
اور جو لوگ (فلاح کے مستحق ہیں) جن کے مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حصہ مقرر ہے۔

اسلام نے دولت کو ایک جگہ محدود ہونے سے بچایا ہے۔ اس لے میراث کا قانون جاری کیا۔ نیز ارشاد فرمایا

(۱۱) مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (الحشر:)

جو کچھ اللہ تعالی اپنے رسول کو بستیوں والوں سے بطور فے عطا فرمادے تو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور رسول کے رشتہ داروں کے لئے، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے لئے تاکہ وہ صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کریں۔ نیز ارشاد فرمایا

۱۲) والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم. (التوبه : ۳۴)

اور وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا چاندی اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں سخت عذاب کی خوشخبری سنادو۔

دولت سے بے شمار قسم کی برائیاں اور مصیبتیں پیدا ہو سکتی ہیں اللہ تعالی نے دولت کو صرف کرنے کے لئے پاکیزہ اصول تعلیم فرمائے بھلائی اور نیکی کے کاموں میں صرف دولت کو منحصر فرما کر فضول خرچی اور بے راہ روی سے روکا ارشاد فرمایا

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا(۲۶)
اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ(بنی اسرائیل :۲۶،۲۷)

اور رشتہ دار غریب اور مسافر (ہر ایک) کو اسکا حق پہنچاتے رہو فضول خرچی نہ کرو اور فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

دوسری جگہ وضاحت سے فرمایا

(۱۴) إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي. (نحل : ۹۰)

بے شک اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کا اور ضرورت مند قرابت داروں کی امداد و اعانت کا اور تمہیں بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے۔

اسلام نے دولت مندوں کے لئے زکوۃ کا قانون اسی حکمت کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ غرباء ومساکین جو اپنی ضروریات کو پورا کر کے ذرائع ووسائل سے محروم ہیں مبتلائے تکلیف نہ رہیں

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

(۱۵) إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين و في سبيل الله و ابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم. (التوبة : ٠)

خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا ان کارکنوں کا جو مال خیرات کے وصول کرنے پر متعین ہیں اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا منظور ہے اور خدا کی راہ یعنی مجاہدین کے سازوسامان میں اور مسافروں کے زاد راہ میں یہ حقوق اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور اللہ بہت علم وحکمت والا ہے

قرآن کریم کی ان تصریحات سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اسلام ایسی سرمایہ پرستی سے بھی دور ہے جس میں دولت ایک جگہ محدود ہو کر رہ جائے اور دولت مندوں کے سوا کوئی اس سے مستفید نہ ہو سکے اور اشتراکیت سے بھی اسلام کا کوئی تعلق نہیں جو انسان کی کمائی ہوئی دولت سے اس کا جائز حق بھی سلب کرتی ہے بلکہ اسلام اس اعتدال کا حامی ہے جو سرمایہ پرستی اور اشتراکیت کے بین بین ہے۔ مقدس اسلام ہر معاملہ میں افراط وتفریط سے بچا کر میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے موجودہ دور میں سرمایہ پرستی اور اشتراکیت کا تصادم دنیا کو ہلاکت کی طرف تیزی سے لئے جارہا ہے۔ ہلاکت سے بچنے اور نجات وفلاح دارین حاصل کرنے کا واحد ذریعہ مقدس اسلام اور اس کا معاشی نظام ہے۔

سوشل میڈیا اور بھٹکتے نوجوان

از: غلام مصطفےٰ نعیمی

جب سے سوشل میڈیا پر شارٹ ویڈیو ایپ کا چلن شروع ہوا تو ہمارے آس پاس ایکٹروں، مسخروں، ڈانسروں اور نقالوں کی بڑی فوج تیار ہو گئی ہے۔ اب اس فوج بلاخیز میں لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی شامل ہو گئی ہیں۔

پہلے پہل ان ویڈیو ایپ کو لوگ محض سستی تفریح کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس لیے اس کا چلن زیادہ نہیں تھا۔ مگر ویڈیو کے ذریعے پیسہ کمانے کا آپشن معلوم ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے ان ایپوں پر شہر تو شہر دور افتادہ گاؤں دیہات کے لڑکے لڑکیوں نے بھی وہ طوفان اٹھایا کہ اللہ کی پناہ!

کھیتوں، کارخانوں میں کام کرنے والے، اینٹ بھٹوں پر مٹی گارا بنانے والے، رکشہ پٹری چلانے والے اور پس ماندہ گھرانوں کے لڑکے بھی خرمستیاں کرنے میں شہری چھوکروں سے کسی طور پر کم نہیں ہیں۔

کہاوت ہے ہے جب طوفان آتا ہے تو پہلے ہلکی ہلکی لہریں آتی ہیں۔ آہستہ آہستہ کوڑا کرکٹ بہتا ہوا آتا ہے۔ اس کے بعد سیلاب آتا ہے تو سب کچھ بہالے جاتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ ان ایپ کے آنے کے بعد ہوا۔ شروعاتی دور میں چند نِٹھلّے لڑکے ہی مسخری اور نوٹنکی کرتے پھرتے تھے مگر جیسے جیسے لہریں تیز ہوئیں سیلاب کی شدت بڑھتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ گاؤں دیہات اور شریف گھرانوں کی لڑکیاں بھی چوری چھپے ویڈیو بنا بنا کر اپلوڈ کرنے لگیں۔

سوشل میڈیا ایک نشہ ہے جسے لگ جائے وہ ہر وقت اس کے خمار میں رہتا ہے۔ اگر اس نشے میں پیسہ کمانے کا جنون بھی مل جائے تو نشہ دو آتشہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی یوٹیوبر اور شارٹ ویڈیو بنانے والوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اب انہیں محض ویڈیو بنانے پر تسلی نہیں ہوتی جب تک اس پر بڑی تعداد میں لائک (Like) اور سبسکرائبر (Subscribers) نہ ملیں۔ کیوں انہیں کی بنیاد پر ایپ کمپنیاں اور یوٹیوب پیسہ دیتا ہے۔ اس لیے دیکھنے والوں کو متوجہ کرنے کے لیے ہر جتن کیا جاتا ہے۔

اسی خمار کا اثر ہے کہ شریف گھرانوں کی لڑکیاں تک فحش انداز میں ڈانسنگ ویڈیو بنا کر اپلوڈ کر رہی ہیں اور لڑکے مکمل طور فلمی ایکٹروں کی طرح گالی گلوچ اور ہر طرح کی خرافات کو اپنا چکے ہیں۔ کیوں کہ اس فیلڈ

میں نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ لگاتار ویڈیو اپلوڈ ہو رہے ہیں تو دیکھنے والوں کا ٹیسٹ بھی Better than best کی ڈیمانڈ کرنے لگا ہے۔ اس لیے نئے سے نیا content اور presentation بہت اہم ہو گیا۔ ٹی وی اور سنیما ایک انڈسٹری کے طور پر قائم ہیں۔ جہاں ایک ایک سین کے لیے درجنوں ماہرین کی محنت وصلاحیت لگتی ہے تب کہیں جا کر ایک اچھا سین تیار ہوتا ہے۔ مگر گلی محلوں میں شارٹ ویڈیو بنانے والے لڑکے لڑکیاں بمشکل دو چار کی ٹولیوں میں ہی ہوتے ہیں۔ اور کچھ خاص پڑھے لکھے بھی نہیں ہوتے۔ اس لیے لڑکے آہستہ آہستہ پھوہڑ باتوں اور گالی گلوچ کرنے پر اتر آئے ہیں جب کہ لڑکیاں فحش باتوں اور شہوت انگیز ڈانس پر اتر آئیں ہیں۔ اگر وقت رہتے اس طوفان کی روک تھام نہ کی گئی تو خدا جانے انجام کیا ہو گا؟

کیسے ہو روک تھام؟

ارادے مضبوط ہوں تو ہر برائی کی روک تھام ممکن ہے۔ مگر پریشانی جتنی بڑی ہوتی ہے محنت بھی اتنا ہی کرنا پڑتی ہے۔ چونکہ سوشل میڈیا کی پہنچ اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس پر پابندی لگانا تو کسی کے لیے ممکن نہیں رہ گیا ہے لیکن اگر مضبوط قوت ارادی سے کام کیا جائے تو ہم کافی حد ان مسائل کی روک تھام کر سکتے ہیں۔ اس مہم میں والدین، اساتذہ، ائمہ اور سماجی طور پر ذمہ دار ہر شخص کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ چند اہم نکات حاضر ہیں:

۱۔ بچوں کو چپ کرانے یا ہنسنے ہنسانے کے لیے فلمی گانوں وغیرہ کا استعمال بالکل نہ کیا جائے۔ بگاڑ کی شروعات ہمیشہ ایسے ہی ہوتی ہے۔

۲۔ جس عمر میں بچے الفاظ سمجھنے لگیں اس وقت بھول کر بھی بچوں کے سامنے گالی گلوچ نہ کی جائے۔

۳۔ زمانہ شناس اور سنجیدہ افراد کی ایسی ٹیم تیار کی جائے جو ان ایپ کو تعمیری کاموں میں استعمال کرنے کی تراکیب نکال سکیں اور نعم البدل تیار کر سکیں۔

۴۔ مدارس و اسکول میں کتابی فنون کے ساتھ ساتھ معاشرتی اخلاق و آداب لازمی سکھائے جائیں۔

۵۔ اساتذہ خود اپنے طلبہ کے لیے رول ماڈل بنیں اور وقتاً فوقتاً ایسے موضوعات پر ماہرین کے خصوصی خطاب کرائے جائیں۔

۶۔ ائمہ مساجد ایسے موضوعات پر اچھے اسلوب اور مہذب انداز میں روشنی ڈالیں تا کہ نوجوان نسل ان قباحتوں سے واقف اور متنفر ہو۔

۷۔ ایسے موضوعات پر بازاری لب و لہجے اور غیر سنجیدہ انداز سے پرہیز کریں تاکہ فائدے کی جگہ نقصان نہ ہو جائے۔

۸۔ سماجی طور منعقدہ مجلسوں میں گاہے گاہے ان امور پر بات چیت ہوتی رہے۔

۹۔ والدین اپنے نوجوان بچے بچیوں پر خصوصی دھیان رکھیں۔ انہیں بہکتا دیکھیں تو کمال حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔

۱۰۔ ائمہ کرام اور سماجی ذمہ داران بھی ایسے مواقع پر اپنا مصلحانہ کردار ادا کریں تاکہ برائی کو پنپنے کا زیادہ موقع نہ مل سکے۔

اس کے علاوہ جو بھی مفید اور ضروری اقدامات ہو کئے جائیں تاکہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی کو روکا جاسکے اور اپنی جوانیوں کو بے مقصد اور غلط کاموں میں ضائع کرنے والے لڑکے لڑکیوں کو بے حیائی کے دلدل سے بچایا جاسکے۔

ماضی اور حال کے قائدین

از: فردین احمد خان رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تھے تو آباوہ تمہارے ہی مگر تُم کیا ہو

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

سلطنت مغلیہ کے سب سے عظیم قائد، عسکری جرنیل، اور درویش صفت بادشاہ، سلطان محی الدین محمد اورنگزیب عالم گیر غازی جب دار فانی سے کوچ کر گیے، اپنے پیچھے متحدہ برصغیر کی ایک وسیع و عریض سلطنت چھوڑ گیے ____ جس میں ہندوستان، پاکستان، افغانستان، کشمیر اور بنگلادیش شامل تھے ____ اپنی خدا داد عسکری صلاحیتوں کی بنا پر ہی سلطان عالمگیر مملکت متحدہ ہندوستان کو وجود میں لاسکے اور اسے ہر داخلی اور خارجی حملے سے محفوظ رکھ سکے۔ یہاں تک کہ ان کے تینوں بھائیوں نے ان کے خلاف جب اعلان بغاوت کیا تو انہوں نے سبھی کی سرکوبی کی اور ریاستوں کو ٹوٹنے اور باغی ہونے سے ہمیشہ پرے رکھا ____

مگر ستم ظریفی دیکھیں کہ جب ان کا انتقال سن 1707ء میں ہوا، اس کے بعد پےَ در پےَ ایسے قائدین کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ ڈور آئی کہ جنھیں اپنی سُدھ بُدھ تھی نہ کوئی سیاسی شعور، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دو کو چھوڑ کر کسی کی بھی بادشاہت زیادہ وقت تک نہ ٹک سکی اور اسی طرح سلطنت کا شیرازہ بکھرتا رہا ____ آپ یقین جانیے کہ بادشاہ عالمگیر کے انتقال یعنی سن 1707ء سے 1837ء لیکر تک پورے 130 سالوں میں 18 سلطان تخت نشین ہوے مگر کسی کے بھی عسکری، تعمیری یا دینی کارنامے تاریخ میں رقم نہیں ہیں ____ اس کے بعد ایک وقت وہ بھی آیا کہ سلطنت مغلیہ کو ایک قابل اور لائق سلطان ملا بھی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، جب سلطان محمد بہادر شاہ ظفر غازی تخت نشین ہوے، ان کے آباواجداد، اس قدر عیش و عشرت میں سارا سرمایہ اڑا چکے تھے کہ تمام ریاستیں ٹوٹ چکی تھیں، اور سلطنت سمٹ کر دہلی تک محدود رہ گئی تھی ____ تاریخ داں، اس آخری بادشاہ کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ وہ اپنے آباواجداد کی غلطیوں کا ازالہ نہ کر سکے اور بالآخر سلطنت زوال پذیر ہو گئی ____

اب اگر ذرا غور کریں تو ماضی کی یہ داستان ہم سے چیخ-چیخ کر کچھ کہہ رہی ہے، ذرا کان لگا کر سنیں تو سہی! اور وہ پیغام بجز اس کے اور کیا ہے کہ جب زمام کار نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے تو سلطنتیں زوال پذیر ہوتی ہیں! اتنی بات اگر ذہن میں جما-لی ہو تو یہ بھی سنیں کہ موجودہ حالات میں اس قدر تیزی سے اور خاص طور پر پچھلے پانچ سالوں میں اتنے علما، مشائخ اور مذہبی قائدین، دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گیے کہ بس الامان والحفیظ! ہمارے دار الافتاء، منبر اور محراب ماتم کُناں ہیں، کہ ان اجلہ عمائدین کی قلم کی جنبش، آواز کی سحر آفرینی اور جگر کا سوز محسوس کر سکیں____ آہ! وہ درویش ہمارے بیچ اب نہ رہے! آہ! وہ مقدس اور پاکیزہ ہستیاں کس پردے میں جا چھپیں! قلم و سوز بیاں جن کا تھا مخلص ہر دم... وہ ملت کے ستارے تو غروب ہو گیے... پردہ فرما گیے... ہماری نظروں سے او جھل ہو گیے... ہاں ان سب کا روحانی فیض باقی ہے، ان کا فیضان جاری ہے مگر اب جب امت پر مشکل وقت پڑے گا، باطل کی آنکھوں میں آنکھیں کون ڈالے گا؟ ہماری مذہبی رہنمائی کون کرے گا؟ اور ان کے جانے سے پیدا ہوے خلا کو پُر کون کرے گا؟

اسی اثنا میں وہ سوال پیدا ہوتا ہے جو ہمیں بحیثیت ملّت بہت پہلے اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے تھا؛ کیا ہم واقعی قائدین پیدا کر رہے ہیں؟ آپسی اختلافات میں اس قدر گھل چکے ہیں، اپنی نفسیات کے اس قدر زیر اثر آ چکے ہیں کہ ہمیں اس جہت دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہے____ مرے دوستوں وقت ہے کہ ہماری ملت کو نئے قائد پیدا کرنے کی ہوں گے... آج کے حالات کا اگر تجزیہ کریں تو جہاں بھی عمائدین دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں ان کے جانشین شاید بہت نیک لوگ ہیں، اچھی نیتیں رکھتے ہیں اور ملت کی خدمت بھی کرنا چاہتے ہیں پر سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنے آبا و اجداد جیسی 20٪ بھی صلاحیتوں کے حامل ہیں؟ میں کوئی فیصلہ نہیں دے رہا اور نہ ہی اپنا Judgement دے رہا ہوں، صرف سوال کر رہا ہوں جو ہمارے بڑوں کو خود سے پوچھنا ہے اور ملت کو جواب دینا ہے!

اس بات کو بھی پرکھنے کی کسوٹی ہمارے ماضی میں چھپی ہے، ذرا اوپر ذکر کردہ اس سطر پر پھر سے نظر ڈالیں: "پورے 130 سالوں میں 18 سلطان تخت نشین ہوے مگر کسی کے بھی عسکری، تعمیری یا دینی کارنامے تاریخ میں رقم نہیں ہیں" شاید آپ کو اندازہ ہوا ہو کہ میں کس کسوٹی کی بات کر رہا ہوں؟ جی ہاں! کارنامے... یعنی کہ اہل اور نا اہل کے بیچ کا فرق ہی یہ ہے کہ تخت پر صرف تخت نشین بننے کے لیے نہیں بیٹھا جاتا بلکہ اس کے لیے سلاطین جیسے معرکے بھی سر کرنے پڑتے ہیں، عسکری جرنیل بننے کے لیے میدان جنگ میں اترنا پڑتا ہے اور جان کی بازی لگانی پڑتی ہے____ ٹھیک ویسے ہی میرے پیارے! کسی درویش کی مسند میراث میں نہیں ملتی...

اس کے لیے فنا کی منزلیں طے کرنی ہوتی ہیں... معرفت کے جام پینے ہوتے ہیں، مراقبہ میں عمر گزارنی ہوتی ہے... اسی طرح عمائدین کا منبر بھی مفت میں نہیں ملتا... امامِ وقت ہونے کے لیے ویسی خدمات انجام دینی ہوتی ہیں، راستوں میں اتر کر، قوم کے بیچ رہ کر ان کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے فکر و نظر میں وہ بالیدگی پیدا کی جاتی ہے... ایئر کنڈیشن روم میں مجلسیں کر کے اور فائیو اسٹار ہوٹل سے بھی عمدہ حجرے میں بیٹھ کر پیغامات ارسال کرنے سے ملت کا درد کیسے دور ہو سکتا ہے؟ شاعرِ مشرق نے شاید یہی کچھ سوچا ہو گا جب انہوں نے یہ بات کہی۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر اَزبَر ہو
پھر پِسَر قابلِ میراثِ پِدَر کیوں کر ہو!

پوری گفتگو کا عِطر یہ ہے کہ، ہمارے قائدین جو تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں ان کے بعد والوں کو اب یہ سوچنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے آبا کے مشن کو لیکر آگے نہیں بڑھ رہے... اگر خدمتِ ملت میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں کر رہے... مسند پہ صرف مسند نشین بننے کے لیے بیٹھے ہیں... تو وہ خود بھی اس ملت کے علمی، فکری اور قومی زوال کے کہیں نہ کہیں ذمہ دار ہیں... اور انہیں اگر کوئی نااہل کہہ بھی دے، تو اب وہ جانتے ہیں کہ اس کے ان جملوں کے پیچھے کون سے جذبات کارفرما ہیں... بڑا بننے کے لیے بڑے کام کرنے پڑتے ہیں... وراثت میں ملی ہوئی بڑائی زیادہ دن کی مہمان نہیں ہوتی... ذمہ داریوں کو پورا کریں اور فرض منصبی کا لحاظ رکھیں... تب ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے سچے جانشین ہیں____ بس انہیں کلمات پر اپنی گفتگو ختم کروں گا کہ

خاکِ مشرق پر چمک جاے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

اللہ تبارک و تعالی ہم سب کو اپنے اسلاف کا سچا جانشین بنائے اور مذہب و ملت کی خوب -خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے____

آمین یا رب العلمین بجاہ النبی الامین علیہ و آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التسلیم

اسلام میں پڑوسی کے حقوق

از: محمد فیض العارفین رضوی

اسلام سب سے پسندیدہ مذہب اسی لیے ہے کہ اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی حق نہیں کہ جس کے بارے میں ہمیں سکھایا نہ گیا ہو، چاہیں وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، کیونکہ اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنا حق معاف فرمادے گا، لیکن بندے اس دن ایک دوسرے کو معاف نہیں کریں گے، کیونکہ نفسی نفسی کا عالم ہو گا، اسلام میں حقوق العباد کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اسلام نے جہاں رشتے داروں اور والدین کے حقوق کے بارے میں سکھایا، وہیں پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی سکھایا، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، انکے اچھے برے میں شریک رہنے، انکے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی قرآن پاک میں بہت سی جگہ تاکید فرمائی گئی ہے، ان سے کسی بھی طرح کا بغض و حسد، انکو تکلیف پہچانے کو ایمان و اسلام کی تعلیمات کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔

ایک اہم بات:

پڑوسی صرف وہ نہیں جس کا گھر ہمارے گھر سے متصل ہو بلکہ ہر وہ شخص پڑوسی ہے کہ جس کا گھر ہمارے گھر سے قریب ہو، جس کا گھر ہماری گلی میں ہو اور وہ شخص بھی پڑوسی ہی ہے جو چند گھنٹوں کے لیے کسی سفر وغیرہ میں ہمارے ساتھ رہا ہو، اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ہمارا دینی فریضہ ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ (۳۶)

(ترجمہ) اے لوگوں اللہ ہی کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ، رشتے دار، یتیم، مسکین، قریبی پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور پاس کے رفیق، مسافر اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اور اسی طرح ایک حدیث پاک جو کہ کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیں پڑوسی کے بارے میں برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک مجھے یہ خدشہ ہونے لگا کہ اللہ ربّ العزت اس کو ورث بنادیں گے۔(بخاری شریف-حدیث نمبر-۹۵۳)

پڑوسی تین طرح کے ہوسکتے ہیں:

(۱)وہ پڑوسی جو رشتے دار ہو مسلمان ہو: اِس کے تین حق ہیں، اوّل اسلام کا، دوسرا رشتے داری کا اور تیسرا پڑوسی ہونے کا۔

(۲)وہ پڑوسی جو مسلمان ہو اجنبی ہو: اِس کے دو حق ہیں، اوّل اسلام کا اور دوسرا پڑوسی ہونے کا۔

(۳)وہ پڑوسی جو اجنبی ہو اور غیر مسلم ہو: اِس کا ایک ہی حق ہے اور وہ ہے پڑوسی ہونے کا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی ہونے میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ وہ ہمارا پڑوسی بھی ہے یا نہیں؟ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ بلکہ پڑوسی ہونے کے اعتبار سے ان کے ساتھ یکساں طور پر حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ہدایات فرمائی ہیں۔ایک حدیث پاک ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الخُزَاعِیِّ اَنَّ النَبِیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فَلْیُحْسِنْ إلی جارہٖ ومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ ومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فَلْیَقُلْ خیراً اَوْلِیَسْکُتْ۔ (مسلم؛۱۶۵)

(ترجمہ)حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسی ہے: کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ مہمان کی تکریم کرے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ کلمۂ خیر کہے یا پھر خاموش رہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم!وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم!وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم!وہ شخص مؤمن نہیں، صحابۂ کرم رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین نے پوچھا: اے اللہ کے رسول کون: تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کی اذیتوں سے اس کا پڑوسی مامون نہ رہتا ہو۔

پڑوسی اور ہمسایہ کے حقوق کی تفصیل:

* پڑوسی اور ہمسایہ کا حق یہ بھی ہے کہ اس کی خبر گیری کی جائے، اس کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے، جب اچھا کھانا بنائے تو اس کے گھر بھیجا جائے، روایتوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص مؤمن نہیں جو شکم سیر ہو کر کھاتا ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا رات گزارتا ہو۔ (بیہقی؛ حدیث نمبر-١٩٦٠)

پڑوسی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ دکھ اور پریشانی میں اس کا ساتھ دیا جائے، بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، پڑوسی کا اگر کوئی قریبی یا رشتے دار فوت ہو جائے تو اس کی تعزیت کو جائے، اگر وہ قرضہ مانگے تو قرضہ دیا جائے، قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت مانگے تو مہلت دی جائے، اگر اللہ ربّ العزت نے وسعت دی ہے تو قرض کی رقم معاف کر دی جائے۔

پڑوسی کے جو حقوق بتائے گئے ہیں اگر مسلمان ان پر عامل کرنے لگے تو ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا، اور برادران وطن کو بھی اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ایک مثبت اور اچھا پیغام جائے گا۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کو صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ربّ العٰلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

نکاح! وقت کی اہم ضرورت

از: نازش مدنی مرادآبادی

نکاح جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت مبارکہ ہے وہیں انسانی فطرت کا اہم حصہ بھی ہے بلکہ اس پر فتن دور میں تقریبا ہر بالغ مرد و عورت کے لیے نکاح وجوب کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جس قدر نکاح کو آسان کیا تھا اسی قدر آج کل لوگوں کے بے جا رسم و رواج نے اس نیک کام کو مشکل ترین بنا دیا ہے۔ فی زمانہ حال یہ ہے کہ جس عمر میں بچوں کی شادی ہونی چاہیے وہ سارا وقت والدین اس کی تعلیم و تعلم میں ختم کرا دیتے ہیں اور اس کو اسی خیال میں گزار دیتے ہیں کہ ابھی تو یہ اپنے پیروں پہ بھی نہیں کھڑا ہوا بیوی کو کیسے رکھے گا جبکہ یہ خلاف شرع سوچ ہے کہ جب وہ کمانا شروع کرے گا تب شادی ہوگی ٹھیک ہے بندہ کے پاس کوئی ذریعہ معاش بھی ہو مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس بہانہ سے اسکو اس نعمت عظمی سے محروم رکھا جائے یاد رہے روزی روٹی رزاق کائنات کے دست قدرت میں ہے۔ بیوی کے آنے پہلے ہی رزق کا انتظام اللہ کریم خود فرما دیتا ہے

اے کاش میری قوم کے وہ والدین کچھ دیر بیٹھ کر سوچیں کہ ہم تاخیر در تاخیر کر کے بچوں کی زندگی کو کیوں داؤں پر لگا رہے ہیں اس سے پہلے کے آپ کی اولاد غیر مناسب راہیں اختیار کر کے آپ کی عزت کو پامال کرے پہلے ہی اس کی نکاح کی راہیں ہموار کی جائیں بعد میں کف افسوس ملنے سے کچھ نہیں ہو گا

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیا چگ گئی کھیت

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کس قدر پر فتن دور ہے جس میں ہم جی رہے ہیں ہر طرف فتنہ ہی فتنہ ہے جو کچھ کم تھا تو وہ کمی اس موبائل نے پوری کر دی اور اس کا استعمال بھی مخفی نہیں ہے تو بتاؤ اسکے جنسی تعلقات اور خواہشات ماند رہے گے یا بڑھیں گے اور وہ جنسی مریض بنے گا یا نہیں؟ یقیناً سب کا جواب اثبات ہی میں ہو گا جب سارا کچھ آپ کو معلوم ہے تو پھر تاخیر کیوں اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ اگر بچہ اپنی خواہشات سے مجبور ہو کر اگر والدین کی یاد دہانی کراتا ہے تو اسکو یہ کہہ کر ذلیل کیا جاتا ہے کہ بے شرم انسان والدین سے یہ باتیں کہی جاتی

ہیں میں کہتا ہوں صاحب! یہ بے حیائی نہیں ہے بلکہ اسکا اپنا حق طلب کرنا ہے جسکو آپ نے بے شرمی کا نام دیا ہوا ہے

اس معاملہ میں جب ہم دور صحابہ کی طرف نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام آپس میں اس معاملے کو لیکر کس قدر حساس ہوا کرتے تھے اس بات کا انداز ابوداؤد شریف کی اس حدیث مبارکہ سے ہو لگایا جا سکتا ہے

عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ بِمِنًى، إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ فَاسْتَخْلَاهُ، فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللَّهِ أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ، قَالَ لِي تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ، فَجِئْتُ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِجَارِيَةٍ بِكْرٍ، لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. (كتاب السنن سنن ابى داؤد 3/5 حديث 2039 موسسة الريان بيروت لبنان)

علقمہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ منیٰ میں چل رہا تھا کہ اچانک ان کی ملاقات عثمان (رضی اللہ عنہ) سے ہو گئی تو وہ ان کو لے کر خلوت میں گئے، جب عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے محسوس کیا کہ انہیں (شادی کی) ضرورت نہیں ہے تو مجھ سے کہا علقمہ! آ جاؤ تو میں گیا تو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا ابو عبد الرحمٰن! کیا ہم آپ کی شادی ایک کنواری لڑکی سے نہ کرا دیں، شاید آپ کی دیرینہ طاقت و نشاط واپس آ جائے۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے کہا اگر آپ ایسی بات کہہ رہے ہیں تو میں تو اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سن چکا ہوں کہ تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ نگاہ کو خوب پست رکھنے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی چیز ہے اور جو تم میں سے اس کے اخراجات کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر روزہ ہے یہ اس کی شہوت کے لیے توڑ ہو گا

دیکھیے کس احسن انداز میں صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے کے مشوروں سے نکاح کے معاملات کو حل کر لیا کر لیتے تھے حالانکہ وہ موجودہ فتنوں سے پاکیزہ زمانہ تھا مگر پھر بھی ان نفوس قدسیہ کو کس طرح اپنے بھائیوں کے نکاح کا احساس ہوتا تھا آخر میں پھر میں یہی کہوں گا کہ والدین اپنے بچوں کے نکاح کے طرف دھیان دیں اور بروقت انکی ازدواجی زندگی کو بہتر سے بہتر بنائیں

اللہ کریم امت مسلمہ کے حال زار پہ رحم فرمائے آمین بجاہ طہ ویس

مسلم جانی ومالی تحفظ کے لئے ضروری اقدامات

از: محمد عادل رضا الماتریدی

جس دور سے ہم گزر رہیں شامتِ اعمال، جذبہ قبلتُ سے سُنسان، آپسی انتشار و اختلاف نے ہمیں جس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ ہماری تاریخ کا پہلا حادثہ ہے۔ کبھی ہم عالمی پیمانے پر اتنے ذلیل ورسوا اور بے وقعت نہیں ہوئے جتنا کہ آج نظر آرہے ہیں۔۔۔ ہماری حیثیت وبساط کسی پر چھپی ہوئی نہیں ہے۔۔۔

ہمیں اپنے نظامِ زندگی کو صرف انفرادی طور پر استعمال کرنے سے کام نہیں چلنے والا۔۔۔ ابتدا ہی سے بنیاد مضبوط کرنا ہوگی۔۔۔ اپنے حالات کو کارزار بنانا ہوگا۔۔۔ فرمانِ باری تعالٰی پر عمل کرنا تو تب ہی ممکنہ صورت فلاح وبہودی کی طرف گام زن ہوگی۔۔۔

قرآن مجید میں ہے:

"ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیر ما بانفسھم "

پارہ،۱۳، سورہ:۱۳ آیت: ۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰی کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔

قوم مسلم کو ناامید اور مایوسی وناکامی کا بھی شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالٰی کی رحمت سے امید رکھنا چاہئے۔۔۔ بلکہ اس کی لطف وکرم پر اعتماد ویقین رکھنا چاہئے۔۔۔

قرآن مجید میں ہے:

لا تائیسوا من روح الله انه لا یایئس من روح الله الا القوم الکافرون

سورہ: ۱۲، آیت: ۸۷)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر۔

دوسری جگہ پر ہے:

وکان حقاً علینا نصر المؤمنین

سوورت ۳۰، آیت: ۴۷)

ترجمہ: اور ہمارے ذمہ کریم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا،

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

سورت: ۳، آیت: ۱۳۹)

ترجمہ: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اگر قوم مسلم حق پسندی ثابت قدمی کے ساتھ ایمان واسلام پر قائم ودائم رہے تو اس کو کوئی ذلیل و رسوا اور مخالفت سے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔۔۔بس شرط یہی ہے کہ اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے تو حدیث شریف میں غالب رہنے کا وعدہ فرمایا ہے:

حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

لا تزال من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلکُ البًا۔

صحیح مسلم، صفحہ ۷۹۵، بیت الافکار الدولیۃ)

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

امام اہلِ سنت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی اور ان کی ترقی کے لیے 4 نکات تحریر کیے، مندرجہ ذیل ہیں:

(1)-باستثناء معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقامات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہو جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

(2)- اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع (گھر) ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی قوم کے محتاج نہ رہتے،

(3)- بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سود شرع نے قطعی حرام فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔ جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے۔

(4)-سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصل اعظم دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کو چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میاں گرایا۔ (ماخوذ، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح،)

یہ تو وہ نکات تھے اگر مسلمان آج ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو مسلمانوں کی جانی مالی حالت سنبھل جائے۔۔۔ جانی مالی تحفظ کے لیے دوسرے اقدامات پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔۔۔ لیکن سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ تعلیم پر توجہ دیا جائے، معاشی حالات کو لے کر ایک دوسرے کا مکمل ساتھ دیا جائے۔۔۔ تمام ان چیزوں سے بچا جائے کہ جس سے دین وملت کا نقصان ہو اور مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کا سبب بنے۔۔۔
کسی مفکر نے کہا تھا کہ کامیابی کے لیے تین باتوں کا لحاظ بہت ضروری ہے:

اول: ماضی سے سبق حاصل کرنا۔

دوم: حال کا صحیح استعمال کرنا۔

سوم: مستقبل کے تئیں پر امید رکھنا۔

ماضی میں ہونے والی خامیاں سے سبق حاصل کیا جائے اور مستقبل میں ان کو دہرایا نہ جائے۔

حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہوئے مفکرین کے رائے مشورہ سے اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔۔۔ کام کی تقسیمات کر دی جائے۔۔۔ جو جس چیز کا اہل ہو اس کو وہی سپرد کیا جائے۔۔۔ جس شعبہ کا۔ ماہر ہو اس سے وہی کام لیا جائے۔۔۔

مستقبل میں لائحہ عمل تیار کر کے اس پر مستقل مزاجی سے عمل کیا جائے۔۔۔ حالات کے پیش نظر وقتاً فوقتاً تبدیلی بھی کی جاسکے۔۔۔ حکومتی ہر شعبہ میں اپنے کارکنان تیار کیا جائیں۔۔۔ ان کو میدان میں اتارا جائے۔۔۔۔

بھارتی مسلمانوں کے سیاسی حالات

از: طارق انور مصباحی

ممالک عالم میں سب سے زیادہ مسلمان انڈونیشیا میں آباد ہیں۔اس کے بعد مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد بھارت میں ہے۔بھارتی مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان بھی بہت طویل ہے۔1857 میں سلطنت مغلیہ کے زوال سے لے کر آج تک مسلمانان ہند روز بروز مشکلات میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں۔برطانوی عہد میں حکومتی سطح پر انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم ڈھایا اور سلطنت مغلیہ کے عہد زوال سے آج تک یہاں کی پڑوسی اقوام نے انہیں پریشان کر رکھا ہے۔مختلف طریقوں سے قوم مسلم پر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے۔

پونے دو صدی سے بھارتی مسلمان اپنے وجود وبقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔اب وہ اس منزل میں آچکے ہیں کہ اپنی شہریت کا تحفظ اور اپنی جان ومال, آل واولاد, دوکان ومکان, مساجد ومدارس کی حفاظت وبقا کے لئے غیروں کے سامنے گڑگڑاتے پھریں۔

مختلف انتخابات میں سیاسی پارٹیاں مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیتی تھیں۔چند سالوں سے یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ غیر مسلم ووٹ دہندگان مسلم امیدواروں کو ووٹ نہیں دیتے۔ان کے ہار جانے کے سبب پارٹی بھی بسا اوقات حکومت سازی سے دور رہ جاتی ہے۔

گزشتہ بہار اسمبلی انتخاب:2020 میں آر جے ڈی(تیجسوی یادو) کے بہت سے مسلم امیدواروں کو یادو برادری نے ووٹ نہ دیا,جس کے سبب قریبا دس مسلم امیدوار ہار گئے۔بی جے پی متحدہ محاذ نے ریاست میں حکومت سازی کرلی۔آر جے ڈی چند سیٹوں کی کمی کے سبب حکومت سازی سے محروم ہوگئی۔

بنگال اسمبلی الیکشن:اپریل 2021 میں ترنمول کانگریس(ممتا بنرجی) نے شکست کے خوف سے بہت سے مسلم امیدواروں کو ٹکٹ ہی نہ دیا۔ترنمول کانگریس جیت گئی اور ممتا نے حکومت سازی کی۔

فرقہ پرست قوتیں یہی چاہتی ہیں کہ قوم مسلم بھارت میں دوسرے درجہ کے شہری بن کر رہیں۔ان کے سارے حقوق سلب کرلئے جائیں۔ان لوگوں نے ملک بھر کا ماحول اس قدر خراب کر رکھا ہے کہ غیر مسلم اقوام مسلمانوں سے نفرت کرنے لگی ہیں۔قریبا گیارہ سو سال تک مسلمان برصغیر پر حکم رانی کرتے رہے۔آج مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔

بھارت کے اکثر مسلم سلاطین نے اپنی سلطنت و حکومت کے فروغ واستحکام کے لئے سر توڑ کوششیں کیں, لیکن تبلیغ اسلام اور فروغ دین کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ حضرات صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے مشقت وجاں فشانی کر کے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ قرون اولی میں جو علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے, ان تمام علاقوں میں وہاں کے باشندوں نے مذہب اسلام کو قبول کر لیا۔ بھارت کے جس علاقے کو محمد بن قاسم (696-715) نے فتح کیا تھا, آج بھی ان علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ آج وہ تمام علاقے پڑوسی ملک کے پاس ہیں۔ موجودہ بھارت کے بہت سے علاقوں میں بھی مسلم اکثریت ہے, لیکن محکوم قوم اقلیت میں ہو یا اکثریت میں۔ اس پر اہل حکومت اور حاکم قوم کا ظلم وجبر کسی سے پوشیدہ نہیں۔

بھارت میں نہ مسلمانوں کی کوئی بڑی سیاسی پارٹی ہے, نہ ہی مستقبل قریب میں اس کی امید نظر آتی ہے۔ چند سیاسی لیڈران دیگر پارٹیوں میں ضرور موجود ہیں, لیکن اب حالات حاضرہ کو دیکھ کر کوئی سیاسی پارٹی مسلمانوں کو ٹکٹ دینا نہیں چاہتی۔ اس طرح رفتہ رفتہ سیاست سے مسلمان باہر ہوتے جائیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف پھیلائی گئی نفرتوں کو ختم کرنے کے لئے کچھ یوٹیوب چینلس بنائے گئے ہیں۔ کچھ ویب سائٹ بھی تشکیل دی گئی ہے, لیکن جس منظم انداز میں منافرت کی گرم بازاری ہے۔ اس انداز میں کام ہونا مشکل ہے۔ مین اسٹریم میڈیا بھی نفرت پھیلانے میں شریک ہے اور بہت سے حکومتی اہل کار اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

ہم نے بھی 20: مئی 2021 کو "پیغام امن ریسرچ کمیٹی" کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔ یہ ایک سوشل میڈیائی پروگرام ہے۔ دیگر ادیان ومذاہب کی مذہبی کتابوں میں جو مذہب اسلام, پیغمبر اسلام حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام اور قرآن مقدس کے بارے میں عمدہ بیانات ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم مذہبی, سیاسی وسماجی لیڈروں اور دانشوروں نے مذہب اسلام, پیغبر اسلام حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام, قرآن مقدس, اسلام کے اصول وقوانین اور قوم مسلم سے متعلق جو منصفانہ تاثرات پیش کئے ہیں۔ ان کو نقل کر کے ہندی اور انگلش زبان میں مضامین رقم کئے جاتے ہیں اور سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کئے جاتے ہیں, تاکہ کچھ غلط فہمیاں دور ہوں۔ اللہ تعالی قبول فرمائے اور مزید قوت وطاقت عطا فرمائے: (آمین)

کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کے سبب این آر سی کا معاملہ ابھی ملتوی ہو چکا ہے, لیکن ختم نہیں ہوا ہے۔ لاک ڈاؤن کی مدت ہی میں متھرا کاشی کا معاملہ بھی گرم رہا۔ معاملہ کورٹ تک جا چکا ہے۔ یوپی میں متعدد مساجد کو حکومتی اہل کاروں نے منہدم کر دیا۔ ملک کے مختلف علاقوں میں ماب لنچنگ کے معاملات بھی درپیش ہوئے۔ خواہ ملک میں کیسے ہی بدترین حالات ہوں, ان فتنہ پروروں کا ظلم وستم ختم نہیں ہوتا, پھر انتہائی بے حیائی

اور بے شرمی کے ساتھ کہتے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ خموشی کے سبب ہم پر عائد کردہ الزامات تو ہرگز ختم نہیں ہو سکتے۔ سکوت توڑنا ہو گا۔ منظم اور مستحکم انداز میں پیش قدمی کرنی ہو گی۔ چند فتنہ پردازوں کے سبب ملک بھر کا ماحول خراب ہو چکا ہے۔

یوپی میں اگلے سال اسمبلی الیکشن بھی ہونے والا ہے۔ سیاسی پارٹیاں منصوبہ سازی کر رہی ہیں۔ سیکولر پارٹیاں بھی اپنی لسٹ سے مسلم امیدواروں کے نام حذف کر رہی ہیں۔ ابھی کچھ فائنل نہیں ہوا ہے, لیکن اندازہ یہی ہے کہ چند مسلم امیدواروں کے نام رکھے جائیں گے, تاکہ مسلمانوں کی طرف سے اعتراض نہ ہو۔

سیاست کے علاوہ دیگر شعبہ جات میں بھی مسلمانوں کی حالت قابل رحم ہے۔ قوم مسلم کا مذہبی طبقہ بھی اب سیاست ودیگر ضروری امور کی جانب متوجہ ہو رہا ہے, لیکن وہ ابھی کسی میدان میں مہارت وممارست سے دور ہے۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ مسلم دانشوروں کا طبقہ پیش قدمی کرے اور قابل عمل منصوبہ سازی کرے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
جسے نہ ہو خیال خود ہی اپنی حالت بدلنے کا

محرم الحرام کی مروجہ بدعات وخرافات

از: محمد فیروز عالم علائی

ذہب اور رسوم دونوں کا تعلق حیاتِ انسانی سے ہے۔ مذہب ایک ایسے خاص رنگ میں رنگاہوا ہے جو انسانی زندگی کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی لیے مذہب اور رسوم کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے بلکہ بہت سے رسوم مذہب پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلارسم ورواج کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت سے مفہوم ہو سکتی ہے۔ "عفوہ ودر گزر سے کام لیں اور جاہلوں سے نہ الجھیں"

عرف عام میں مفسرین کے نزدیک وہ تمام عقلی ورواجی، اچھی باتیں داخل ہیں جو مذہب اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف نہ ہوں اور اس کے خلاف ہوں گی تو ان کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

اسلام سرزمین عرب میں طلوع ہوا جب تک وہاں کی حدود میں رہا تب تک محدود رہا، اس وقت تک مسلم سماج و سوسائٹی ، معاشرہ اور ان کی طرز زندگی بالکل سیدھا سادہ پاک وصاف اور ہر قسم کی رسومات و خرافات سے محفوظ رہا۔

عرب سے نکلتے ہی جیسے دوسرے ملکوں میں پہنچا تو وہاں کی تہذیب و ثقافت کا اثر اسلام میں بڑھنا شروع ہو گیا خصوصاً سرزمین ہند! کیوں کے ہندوستان میں بے شمار قوموں کے اختلاف اور تہذیبوں کے ملاپ سے مختلف رسوم نے جنم لیا۔ برصغیر میں آنے والے مسلمان مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں پائے جانے والے رسومات و خرافات بھی مختلف تھے۔ کسی کا یومیہ تو کسی کا ماہانہ تو کسی کا سالانہ، نہ یہ معاملات ان کی زندگی کا حصہ بن سکے اور نہ ان کے معاملات ان کی زندگی کا جز بن سکے۔ یہ بڑے ہی اہتمام کے ساتھ ان رسومات کو ادا کرتے رہے

مروجہ بدعات وخرافات:

ماہ محرم الحرام کے اندر پائی جانے والی غلط رسومات و خرافات اور بدعات ہیں جن کے سبب اس ماہ مقدس کی نہ صرف بے حرمتی ہوتی ہے بلکہ اسلامی اقدار کا کھل کر مذاق بھی اڑایا جاتا ہے نیز شہدائے کربلا کی یاد منانے کی آڑ میں ایسے غیر شرعی کام سرانجام دیے جاتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔

چنانچہ لوگ۔۔۔۔۔۔!محرم کا چاند دیکھتے ہی اور بالخصوص دس محرم الحرام میں نام ونہاد محبت کی بنیاد پر سیاہ کپڑا زیب تن کرتے ہیں، سیاہ جھنڈا بلند کرتے اور تعزیہ بنا کر شہر شہر، گاؤں گاؤں نوحہ وماتم کرتے پھرتے ہیں پھر اس کے سامنے سجدہ کرنا، بچوں کو محرم کا فقیر بنا کر بھیک منگوانا، فضول خرچ کرنا، ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا ،نوحہ کرنا، رونا، سینہ و چھاتی پیٹنا، ناچنا، کودنا، رقص کرنا، مرد و عورت کا ایک ساتھ مجلس و محافل میں بیٹھنا، جھوٹے واقعات بیان کرنا، امام قاسم کی مہندی رچانا، حضرت علی، حسنین کریمین یا دیگر بزرگوں کی تصاویر بنانا، ان کے سامنے سجدہ کرنا، احترام کرنا ان کو حقیقت کا رنگ دینا، اس ماہ برکت میں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کو ممنوع، نحوست سمجھنا اور اس طرح کے دیگر خرافات کا برصغیر میں منایا جانا، اہل فکر کے لئے

ایک لمحہ فکر یہ ہے۔

یہ سب من گھڑت اور بدعات و خرافات پر مبنی افعال ہیں جو کہ تعلیمی میدان سے دوری، لاعلمی کے شکار کے سبب ہیں۔

تحقیقی جائزہ:

ان خرافات کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اے بنی آدم تم نے اسلام کو بدل ڈالنے والی بہت سی رسمیں اپنا رکھی ہے مثلاً تم دسویں محرم کو باطل قسم کے اجتماع کرتے ہوئی لوگوں نے اس دن کو نوحہ ماتم کا دن بنالیا ہے حالانکہ اللہ کی مشیت سے حادثے ہمیشہ رونما ہوتے رہتے ہیں، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی اس دن مظلوم شہید کیے گئے، تو وہ کون سا دن ہے جس میں کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ فوت نہیں ہوتا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ سانحہ شہادت کو کھیل کود کی چیز بنالیا، تم نے ماتم کو عید کے تہوار کے طور پر بنالیا گویا اس دین زیادہ کھانا پینا فرض ہے اور نمازوں کا تمہیں کوئی خیال نہیں جو کہ فرض عین ہے، ان کو تم نے ضائع کر دیا ہے، یہ لوگ من گھڑت کاموں میں مشغول رہتے ہیں، جان بوجھ کر نمازیں ضائع کر رہے ہیں اس کی کوئی فکر نہیں ہے"

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "یہ (ماتمی مجالس وغیرہ) کی رسمیں اسلام میں ان کی کوئی ضرورت نہیں، واقع اگر یہ اچھی چیز ہوتی تو خیر القرون اور اس کے ابتدائی اور بہتر زمانے کے لوگ اس کو ضرور کرتے وہ اس کے سب سے زیادہ اہل تھے (البدایہ والنہایہ)

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

کہ رافضیوں (یعنی دشمنانِ صحابہ) کی مجلس میں مسلمانوں کو جانا، مرثیہ یعنی نوحہ سننا حرام ہے، ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے یہ نیاز نہیں

وہ غالب نجاست سے خالی نہیں ہوتی کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے اور وہاں کی حاضری سخت ممنوع ہے، اس میں شرکت موجب لعنت ہے۔ محرم الحرام میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور (اسلام میں صرف تین دن سوگ ہے جو کہ کربلا کے بعد مسلمانوں نے منالیا) اور سوگ حرام ہے (فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن، ۲۳ج۔ ص۷۵۶)

قارئین! یہ قانون تو اٹل ہے کہ اس دار فانی سے ہر ایک کو کوچ کرنا ہے، اور ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، چاہے نبی ہو یا ولی۔۔

لیکن بعض اموات کے واقعات کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا ہولناک منظر دیکھ کر روحیں کانپ جاتی ہیں، جسم تھم جاتا ہے، قلم رک جاتا ہے، حزن و ملال کی داستان خون کے آنسو رلاتی ہے، انہیں داستانوں میں ایک داستان جو کہ سب پر بھاری ہے وہ کربلا کی تاریخ ہے، جس نے اسلام کی آبرو کو بچایا، نبی کے دن کو گھر گھر پھیلایا، دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم و مقاصد کو نیست و نابود کر دیا، مورخین کی روح پکار اٹھیں:

قتلِ حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حرف آخر:

محترم قارئین! آیئے محرم الحرام کے مبارک و مسعود موقع پر ہم حسینی عہد کریں کہ محرم الحرام کی مروجہ بدعات و خرافات کا خاتمہ ہوں، حسینی پیغام عام ہوں اور ان کے فیوض وبرکات ہم سب مالامال ہوں۔۔

فطرت کیا ہے؟

از: انس بندیالوی

سوال: "اسلام دین فطرت ہے" اس کا کیا مفہوم ؟؟

علامہ انس بندیالوی: فطرت کا لغوی معنی ہے "پیدائش" (پیدا کرنا)۔ کسی چیز کے فطری ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ "اللہ عزوجل نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس چیز کو انسان کی مٹی اور بنیاد میں شامل کر دیا، اور اسلام دین فطرت ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ "تعلیمات اسلامیہ بھی فطرت سے متضاد نہیں ہو سکتیں یعنی اللہ سبحانہ و تعالی نے جو چیزیں انسان کی مٹی اور بنیاد میں شامل کیں ہیں، اسلامی احکام اسی کے عین موافق ہیں"، مثلا: انسان فطرت ہے کہ وہ "مدنی الطبع" ہے دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے، چنانچہ خاندانی، معاشرتی اور سیاسی نظام اس کا فطری تقاضا ہے، لہذ اسلام نے اس کے موافق قوانین وضع کر دیے، اس کے برعکس مغرب میں اباحیت اور عسائیت میں رہبانیت فطرت کے برخلاف ہے۔

سوال: کہتے ہیں کہ "فطرت نہیں بدلتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فطرت سے ہٹ رہا ہے، مذکورہ اصول کے مطابق ایسا ہونا نہیں چاہیے؟

علامہ انس بندیالوی: اصول درست ہے، فطرت تبدیل نہیں ہو سکتی، البتہ فطرت اور عادت کا مقابلہ ہوتا رہتا ہے جب ہماری عادت غالب آجائے اور فطرت مغلوب ہو جائے تو پھر ہم کہہ دیتے ہیں کہ "فطرت بدل گئی ہے"، اس کو مثال سے سمجھتے ہیں کہ، بعض جانوروں کی فطرت ہے کہ وہ رات میں جاگیں اور دن میں سوئیں، جبکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ رات میں سوئے اور دن میں جاگے، اسی بناء پر نومولود بچے بغیر کسی کے اٹھائے صبح اٹھ جاتے ہیں لیکن ماحول سے عادتیں تبدیل ہو جاتی ہیں، پھر رات کو جاگتے ہیں دن میں سوتے ہیں، تو انسان جب عادت کو فطرت کے تقاضوں پر غالب کر دیتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ فطرت بدل گئی ہے، یہ عادت اور فطرت کو خلط ملط کر کے ایک سمجھنا ہے اور اسی غلطی سے بچنا ہے۔

سوال: جب اسلام فطری دین ہے تو اس کے احکامات پر عمل کرنے میں دشواری کیوں ہوتی ہے؟

علامہ انس بندیالوی: جناب کسی فطری کام کے لیے یہ ضروری نہیں کے اس میں ذرہ برابر دشواری نہ ہو، جیسے کمانا، انسان کی فطرت کا لازمی تقاضا ہے، تاکہ وہ اپنی مادی ضروریات کو پورا کر سکے، کون نہیں جانتا کہ

اس فطری عمل کے لیے کتنی مشقتیں جھیلنا پڑتی ہیں، نتیجتاً دشواری فطرت کے خلاف نہیں البتہ ایسی دشواری جو ناقابل برداشت ہو وہ فطرت سے ضرور ٹکراتی ہے اور دوسری جانب اگر کسی کام میں تھوڑی سی محنت مشقت کو نکال دیا جائے تو یہ بھی فطرت کے مطابق نہیں، چنانچہ اسلامی احکامات دونوں جانب کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ متوسط رہتے ہیں۔

سوال: عقل اور فطرت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اور دونوں کا دائرہ کار کیا ہے؟

علامہ انس بندیالوی: عقل اور فطرت جدا جدا ہیں، بلکہ عقل بسا اوقات فطرت کی مخالفت بھی کرتی ہے، اور دونوں کا دائرہ کار بھی مختلف ہے

تفصیل یہ ہے کہ جس طرح حواس خمسہ اور عقل کا دائرہ کار جدا ہے، اسی طرح عقل اور فطرت کا بھی الگ ہے، مثلاً آپ کے سامنے شربت رکھا جائے اور کہا جائے آنکھے بند کر کے عقل سے اس کا رنگ بتائیں؟ عقل اپنی قوت و وسعت کے باوجود اسکا رنگ نہیں بتا سکتی؛ کیونکہ یہ عقل کے دائرہ کار میں داخل نہیں، دوسرے رخ پر ریتیلی زمین پر پاؤں کے نشانات آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں مگر جو فرد یا افراد وہاں سے گزرے ہیں، وہ کس نوع سے تھے؟ کتنے تھے؟ وغیرہ، ان سب کا دیکھنا نظر کے لیے ممکن نہیں، البتہ عقل ان سوالات کے جوابات دینے کی قدرت رکھتی ہے۔

جب حواس اور عقل کا دائرہ کار سمجھ آجائے تو فطرت و عقل کا بھی موازنہ آسان ہے، فطرت جبلی ہے، تبدیل نہیں ہو سکتی، لیکن عقل، فطرت کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے، کبھی ناکام تو کبھی کامیاب، مثلا: ہم پہلے بتا چلے کہ کمانا فطرت بنی آدم ہے اور کمانے کے لیے کوشش، محنت و مشقت بھی ضروری ہے، کبھی عقل اس کے حصول کے لیے انتہا درجے کی کوشش کا حکم کرتی ہے کہ کسی کا خیال نہ کرو، نہ گھر نہ صحت، نہ کھانا، نہ بچے، بس ایک یہی جستجو رکھو کہ زیادہ سے زیادہ مال کما لیا جائے، اور کبھی عقل اعلی درجے کی عدم کوشش کا حکم کرتی ہے کہ زندگی عیش سے بسر کرو، کمانے کی فکر صحت کو خراب کرتی ہے، دوسرں کی کمائی پر جینا ہی فن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کے فطرت اور عقل یکساں نہیں ہیں، اور یہ سوال دراصل اسلام اور عقل کے ٹکراؤ کا ہے، مذکورہ بالا مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عقل کبھی فطرت کے خلاف حکم دے سکتی ہے تو عقل اسلام کے

خلاف بھی حکم دے سکتی ہے، لہذا ناقص عقل پر اعتماد سے لاکھوں درجہ بہتر ہے اور اصل و حق یہی ہے کہ سو فیصد درست اسلامی احکامات پر عمل کیا جائے، عقل کو وحی کا تابع بنایا جائے، عقل کو شریعت کی لگام دی جائے۔

سوال: اسلام دین فطرت ہے اسے آسان مثال سے سمجھا دیں؟

علامہ انس بندیالوی: اس سلسلہ میں دو مثالیں قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

ا۔ جان کی حفاظت فطرت انسانی ہے، چنانچہ جان جانے کے اسباب پر بھی رکاوٹ اور سد باب ضروری ہے، لہذا اسی بنیاد پر ٹریفک قوانین بنائے گئے، تیز رفتاری اور غلط سمت آنے پر پابندی، جرمانہ، سگنل کی پاسداری اور Helmet پہنے پر سختی وغیرہ، یعنی اصل ہے جان کی حفاظت، البتہ جان ضائع ہونے کے اسباب کو روکنا بھی فطرت ہے، اسی طرح اسلام بھی دین فطرت ہے، وہ برائی اور اس کے اسباب پر بھی قدغن لگاتا ہے، حفاظت عزت و نسب کیلئے زنا کی ممانعت ہے، لہذا زنا کے اسباب پر بھی اسلام کے سخت احکام ہیں، پردہ اور نظروں کی حفاظت، حد قذف، گفتگو میں سختی، اکیلے سفر کی ممانعت وغیرہ۔

۲۔ بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انکے جسم پر کوئی پیپ والا دانہ ہو جائے تو وہ ختم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا رہتا ہے اور پورے جسم میں پھیل کر موت کا سبب بنتا ہے، اطباء کا مشورہ یہی ہوتا ہے کہ جسم کے اس حصے کو کاٹ دیا جائے اور دیگر اعضاء و جان کی حفاظت کی جائے، اس مشورے کو ہر ذی شعور شخص دانشمندانہ مشورہ ہی سمجھتا ہے، بعینہ اسلام میں جہاد کا نظریہ یہی ہے کہ چند شر پسند عناصر جو حق کے پھیلنے میں مانع ہے، ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ رہے ہیں انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور مظلوموں کی دادرسی کی جائے، حق کے پھیلاؤ کے راستے ہموار کیے جائیں۔

بد مذہب مولوی اور ہماری عوام

از: محمد حسان رضا راعینی

ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ علم دین سیکھنے کے لیے ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین کا انتخاب کرے وہ چاہے قرآن کا علم ہو یا حدیث کا، حرام و حلال کا علم ہو یا عقائد و اعمال کا ہر شعبے میں اسے ایک سنی استاذ کی ضرورت ہے

جب سے لوگوں کے ہاتھوں میں موبائل آیا ہے اور اس کے ذریعے سوشل میڈیا فیسبک، یوٹیوب، واٹس ایپ بغیرہ کا لوگوں نے استعمال کرنا شروع کیا ہے تو اس سے فائدے کے بجائے نقصان کے امکانات زیادہ ہیں۔ میں یہاں دنیاوی نقصان کا ذکر نہ کرتے ہوئے دینی نقصان کی بات کروں گا

مثال کے طور پر جب کوئی مسلمان موبائل پر یوٹیوب کا استعمال کرتا ہے تو وہ کسی مسئلہ کے بارے میں جاننے کے لیے یوٹیوب پر اس مسئلہ کو تلاش کرتا ہے وہ مسجد کے امام کی طرف یا کسی کتاب کی طرف رجوع نہیں کرتا اب یوٹیوب پر اس مسئلہ کو بیان کرنے کے لئے درجنوں علما موجود ہیں ان علما میں سنی علما بھی ہیں اور بد مذہب بھی، لیکن ایک عام مسلمان اس کا علم نہیں رکھتا کہ کون صحیح ہے کون غلط؟ کیونکہ ظاہری شکل و صورت سب کی ایک جیسی ہی ہوتی ہے تو اگر وہ اس مسئلہ کے لیے کسی سنی عالم کے بیان کو دیکھے تو تو خیر ہی خیر ہے لیکن غلطی سے اس نے کسی بد مذہب کو سن لیا تو وہ اسی پر عمل کر لیتا ہے اور لوگوں سے بھی وہی مسئلہ بیان کرتا ہے یہ تو ایک فقہی مسئلہ کی بات میں نے کی

اور اگر مسئلہ عقائد کا ہوا جیسے اللہ تبارک و تعالی کے تعلق سے کوئی سوال ہو یا علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ہو یا اختیارات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ہو یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف حمیدہ ہیں ان کے تعلق سے ہو۔ صحابہ و اہلبیت کے تعلق سے ہو، اولیاء کرام کے تعلق سے ہو اس کے علاوہ شرک و بدعت، تقلید، وسیلہ، نور و بشر کرامات وغیرہ کے تعلق سے ہو تو یہ مسائل بہت پیچیدہ ہے ان مسائل میں اگر یوٹیوب سے کسی بد مذہب مولوی کو سنتا رہا تو گمراہ ہونے کے راستے کھل جاتے ہیں

کالج ویونیورسٹی کے طلبا کے حالات:

کالج ویونیورسٹیز کے طلبا ان نازک مسائل میں سوشل میڈیا پر بحث ومباحثہ کرتے نظر آتے ہیں اور یہ سب یوٹیوب کے مقلد ہوتے ہیں مسائل کو سمجھنا کوئی نہیں چاہتانہ کوئی کتاب کو کھول کر دولفظ پڑھنا چاہتا ہے بس جو یوٹیوب پر کسی بدمذہب مولوی نے پڑھادیا وہی ان کے لیے سند ہوتا ہے

اسی وجہ سے نوجوان اصل دین سے ہٹتا جارہا ہے وہ دین کے معاملے میں شریعت کا تابع نظر نہیں آتا دین کے معاملے میں اگر فکر آزاد ہو جائے جو جس کا من چاہے وہ کرنے لگے جو جس کو سننا چاہے اسے سننے لگے اور شریعت کو پس پشت ڈال دیا جائے شریعت تو کہے کہ فلاں بندہ بدمذہب ہے اس کے پاس مت جاؤاسے مت سنو اس سے گمراہ ہو سکتے ہو لیکن ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ جو نفس چاہے بندہ وہ کرنے لگے تو پھر حالات درست کیسے ہو سکتے ہیں؟

نوجوانوں نے یوٹیوب کے کچھ مولویوں کو معصوم عن الخطاء سمجھا ہوا ہے کہ جو وہ کہیں وہی سچ ہے اس کے علاوہ سب جھوٹ ہے چاہے اس کی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جب اس نے اپنے الفاظوں کا جادو نوجوانوں کے اوپر چلا کر کوئی بات دماغ میں ڈال دی اب وہ بات غلط کیسے ہو سکتی ہے؟

خواتین کی بے راہ روی:

خواتین کی بات کرو تو وہ اس معاملے میں بے راہ روی کا شکار ہیں خواتین ایموشنل بلیکمیل (Emotionally blackmail)بہت جلد ہو جاتی ہیں اگر کوئی مولوی رو کر کوئی بات بیان کردے تو خواتین اس مولوی کو بہتر سمجھنے لگتے ہیں اور صرف اس کے بیانات سنتی ہی نہیں اسٹیٹس پر لگانا، دوسروں کو ارسال کرنا یہ سب چلتا ہے جب ان سے سوال کیا جائے کہ انکے بیانات کیوں سنتی ہو؟ یہ تو بدمذہب ہے تو کہتی ہیں یہ تو بہت اچھی باتیں کرتے ہیں انہیں سننے میں کیا دقت ہے؟ اگر بیان کے درمیان میں وہ مولوی کوئی غلط بات بھی کہ جائے توانہیں اس کا شعور نہیں ہوتا وہ تو کوئی سنی عالم یا عالمہ ہی غلطی کو پکڑے۔

ہر اچھی بات کرنے والا انسان صحیح نہیں ہوتا، کوئی بھی اچھی بات کسی کے کہنے سے اچھی نہیں ہوتی وہ تو پہلے سے ہی اچھی تھی اگر کوئی کافر کہے کہ نماز مسلمانوں پر فرض ہے مسلمانوں کو نماز پڑھنا چاہیے اس سے

انہیں ثواب ملتا ہے اب کوئی مسلمان اس کافر کو اس بات کی وجہ سے اچھا کہنے لگے تو یہ تو سراسر ناانصافی ہے یہ تو اللہ کا فرمان ہے کہ نماز مسلمانوں پر فرض ہے تو کافر کی اس میں کیا خصوصیت ؟

اس لیے ضروری ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں یوٹیوب کو نہ دیکھا جائے بلکہ پہلے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم کی طرف رجوع کیا جائے یا جو کسی سنی عالم دین کی کتاب سے مسائل دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو ادھر رجوع کرے

میں یہ نہیں کہتا کہ یوٹیوب پر سنی عالم موجود نہیں اس پر بھی موجود ہیں مگر ہر شخص کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ ہمیں کس عالم سے مسئلہ کا حل سننا چاہیے ؟ جس کو علم ہو اس کے لیے یہ مفید ثابت ہو سکتا ہے مگر جسے علم ہی نہ ہو اس کے ایمان کے لئے یہ مضر ثابت ہو گا

آیئے اب آپ کے سامنے ایک حدیث پاک پیش کرتے ہیں اس سے واضح ہو گا کہ قرب قیامت مسلمان اپنا پیشوا اور رہنما کسے بنالیں گے ؟

حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علما کی وفات سے علم اٹھائے گا تاکہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے گمراہ ہونگے گمراہ کریں گے

(مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ۲۰۶)

موجودہ زمانے پر یہ حدیث صادق آرہی ہے سوشل میڈیا یوٹیوب بغیرہ پر دیکھئے جاھل سے جاھل جسے دین کا کچھ علم بھی نہ ہو وہ بھی دینی مسائل بیان کرتا نظر آرہا ہے۔ اور ہماری عوام کا کیا کہنا یوٹیوب کے ان جاہلوں کو اپنا پیشوا سمجھ بیٹھی ہے مثلاً انجینیر محمد علی مرزا جس نے اپنی پوری زندگی دنیاوی پڑھائی میں صرف کردی پھر چند اردو کتابیں پڑھ کر لوگوں کو مسائل بتانے بیٹھ گیا قرآن وحدیث کی غلط تاویلات کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا جن مسائل پر چودہ سو سال سے امت مسلمہ کاربند تھی آج اس نے اپنے دوغلے پن سے ان مسائل کا رد کر دیا لوگ اس کے مقلد بنتے چلے جارہے ہیں خدا خیر کرے۔

جب انسان اپنے لئے کپڑا خریدنا چاہے تو بہتر سے بہتر دکان تلاش کرتا ہے تاکہ کپڑا بہتر ملے اسی طرح گھر کا کوئی بھی سامان خریدنا ہو تو بھی بہتر دکان کو تلاش کرتا ہے اسی طرح اپنے علاج کے لئے بھی بہتر

طبیب کو تلاش کرتا ہے لیکن ہائے رے مسلمان جب دین کی بات آئے تو کسی بھی جاہل کو اپنا پیشوا بنالیتا ہے صحیح غلط کا تمیز نہیں کرتا جبکہ دین کا معاملہ سب سے زیادہ نازک ہے کہ یہ ایمان کا مسئلہ ہے

روایت ہے حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں:

علم دین ہے لہذا غور کرو اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو

(مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ۲۷۳)

احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" کہ آج لوگ بے دینوں سے تفسیر و حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں"۔ کیونکہ علم دین سیکھنے میں استاذ کا اہم رول ہوتا ہے استاذ جس فکر کا حامل ہوگا ویسا ہی طالب علم ہو جائے گا

بات کو ختم کرتے ہوئے بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ اے مسلمانوں! اپنے ماضی کی طرف پلٹو، اپنے عقیدے درست کرو کوئی بھی مولوی ہو اسے قرآن و حدیث اور قرون اولی کے علما و صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں پرکھو۔ کسی بھی شخص پر آنکھیں بند کرکے ایک دم اعتماد کرنا شروع نہ کردو جب تک اس کے بارے میں پتہ نہ ہو جائے۔ جو بھی کوئی نئی بات کہتا دکھے تو اس پر عمل ایک دم نہ کرو اس پر تحقیق کرلو یا کسی معتمد سنی عالم دین سے اس تعلق سے پوچھ لو

حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے آخری زمانے میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے، ان کو اپنوں سے، اپنے کو ان سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنے میں نہ ڈال دیں

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، ۱۵۴)

اللہ ہمیں بد مذہب مولویوں سے بچائے اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو